حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے شائع ہونے والا قدیم متوازن علمی وادبی ماہ نامہ

سب رس

اپریل 2016ء
-/30روپے

ISSN-2278-6902

ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدرآباد

Scanned by CamScanner

اس شمارے میں

اداریہ

اداریہ | بیگ احساس | 06

مضامین

ہندوستان میں تصوف کی سماجی وتہذیبی اساس | قدوس جاوید | 08

ترقی پسندی کی عصری معنویت | بیگ احساس | 17

افسانہ کے تنِ نازک کوسنوارنے والافن کار ''رتن سنگھ'' | صغیرافراہیم | 23

ڈاکٹرانورسدید.... محبتوں کاسفیر | اسلم مرزا | 29

عابدسہیل کی افسانوی کائنات | فیروز عالم | 33

آپ بیتی

یادیں | راجکماری اندرادیوی دھن راج گیر/اشرف رفیع | 41

سفر نامہ

ماریشس میں چندروز (تیسری قسط) | علی احمد فاطمی | 45

ڈراما

وطن فرائی | بلراج بخشی | 55

افسانے

پوٹریٹ | سکینہ وسیم عباس | 58

ایک اور مسجد | مجیراحمد آزاد | 63

مطالعہ

اورکیا ہے نیا، کہانی میں.... ایک تجزیاتی مطالعہ | احمد رشید | 68

رپورتاژ

ترقی پسندی کی عصری معنویت | سیدامتیازالدین | 72

سمندر جاگتا ہے | عبدالرحیم نشتر | 75

جو وہ لکھیں گے جواب میں

خطوط | منیراحمد، ڈاکٹر رحیم رامش، پروفیسر رفعت جمال، محبوب ثاقب | 80

Scanned by CamScanner

مضمون

فیروز عالم

عابد سہیل کی افسانوی کائنات

عابد سہیل کا شمار ہمارے عہد کے ان ادیبوں میں ہوتا ہے جنھوں نے کم لکھا لیکن معیاری تخلیقات پیش کیں۔ خواہ وہ افسانے ہوں، خاکے ہوں یا تنقید۔ ان کے صرف دو افسانوی مجموعے منظر عام پر آئے ہیں۔ ''جینے والے'' اور ''غلام گردش''۔ ''جینے والے'' میں کُل چودہ افسانے شامل ہیں اور ''غلام گردش'' میں گیارہ۔ عابد سہیل کا کمال یہ ہے کہ وہ قاری کو اپنی تحریر کا ایک ایک لفظ پڑھنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ان کے افسانے پڑھتے وقت قاری مختلف کیفیات سے گزرتا ہے۔ انھوں نے روزمرہ زندگی کے عام مسائل پر اپنے افسانوں کی بنیاد رکھی ہے۔ اقدار کی شکست وریخت، انسان کی مجبوری اور بے بسی، غریبی اور بے روزگاری، فرقہ واریت، بدعنوانی، اخلاقی زوال، ریاکاری اور جانوروں سے بدتر انسانی زندگی کی حقیقی تصویریں ان کے افسانوں میں نظر آتی ہیں۔ عابد سہیل نے سماج کے نچلے طبقے کے حالات و مسائل کو خاص طور سے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے بہت فنکاری سے کرداروں اور سچویشن کے ذریعے اپنا نقطۂ نظر واضح کیا ہے۔ ان کی کہانیاں پڑھتے وقت کہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنا نظریہ قاری پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی تمام تر ہمدردی مظلومین اور مجبور افراد کے ساتھ ہے لیکن اس کا اظہار وہ کبھی براہ راست نہیں کرتے۔ ان کے تمام افسانے قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان کے تقریباً ہر افسانے کا آخری پیراگراف یا جملہ پورے افسانے کی کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں افسانہ ختم ہوتا ہے، وہاں سے قاری کے سوچنے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ موجودہ سماجی نظام اور اس کے جبر نے کیوں عام آدمی کی زندگی کو اجیرن بنا رکھا ہے، یہی وہ بنیادی سوال ہے جس پر عابد سہیل نے اپنے زیادہ تر افسانوں کی تعمیر و تشکیل کی ہے۔

افسانہ ''جینے والے'' میں ٹھیلہ چلا کر گزر بسر کرنے والے ان افراد کی زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے جن کے پاس رہنے کو گھر نہیں ہے۔ وہ دن بھر کام کرتے ہیں اور پھر رات میں تھکے ہارے نالے کے پل پر سو جاتے ہیں۔ یہ آپس میں چھیڑ چھاڑ بھی کرتے ہیں، ہنسی مذاق بھی اور بعض اوقات لڑائی بھی لیکن بنیادی طور پر یہ سب سیدھے سادے لوگ ہیں۔ ان میں کچھ افراد آس پاس کے ہیں اور کچھ دور دراز سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ بھرنے کے لیے لکھنؤ آئے ہیں۔ ہر سال ان میں سے کوئی ایک آدمی نالے پر سے گر کر موت کا شکار ہوتا ہے اور پھر کوئی اور اس کی جگہ پر سونا شروع کرتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کبھی بھی نیند میں وہ نالے کے نیچے گر سکتے ہیں لیکن حالات کا جبر انھیں وہاں سونے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی اور جگہ نہیں۔ رامائن، شرفو، نصیبے سب کی موت اسی پل کی منڈیر پر سے گر کر ہوتی ہے۔

''شدو تجھے یاد ہے نا پچھلی سال شرفو بھی کل ہی کے دن منڈیر پر سے گر کر مرا تھا۔''

''کل ہی کے دن....'' شدو بولا۔ ''یہ تو یاد نہیں پر اتنا جرور یاد ہے کہ تھے خوب گرمیوں ہی کے دن۔''

''تجھے کیسے یاد رہا؟''

''یہ سامنے والا ہوٹل اس دن بھی خوب سجایا گیا تھا۔ رات بھر گانا بجانا ہوتا رہا تھا۔'' جودھے نے کہا۔

''ہاں ہاں اب یاد آ گیا۔ اس دن بھی یہ ہوٹل خوب سجا تھا۔'' شدو کو سب کچھ یاد آ گیا۔ ''اور اس سے بھی ایک سال پہلے جب رامائن منڈیر سے گر کر مرا تھا تب بھی۔''

Scanned by CamScanner